ہماری ذمہ داری ہے کہ ہر بچہ کے کان میں ڈالیں کہ اللہ کسے کہتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍اگست ۱۹۸۱ء بمقام مسجد احمدیہ مارٹن روڈ کراچی)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اگر ایک چھوٹی سی زمین میں زیادہ درخت لگے ہوں تو پنپتے نہیں۔ اگر ضرورت کے مطابق مسجد وسیع نہ ہو تو تربیت کے بہت سے کاموں میں روک پیدا ہو جاتی ہے۔ کراچی کی جماعت ہمت کرنے والی جماعت ہے اور میرے اندازہ کے مطابق اس وقت جماعت کراچی کو کم از کم چار ایکڑ زمین کی ضرورت ہے جمعہ اور عید کی نماز کے لئے۔ اس کی طرف فوری توجہ کرنی چاہیئے۔

دین کی ذمہ داریاں اس طرح بدلتی نہیں جس طرح دنیا کی ذمہ داریاں بدلتی رہتی ہیں۔ دنیوی لحاظ سے ایک نئی نسل، بدلے ہوئے حالات کے مطابق ایک بدلی ہوئی نئی نسل ہوتی ہے۔ اگر وہ پرانی ڈگر پر چلنے والی ہو تو ترقی نہیں کرسکتی۔ اگر یورپ کی نسلیں آج اسی ڈگر پر چلنے والی ہوتیں جس پر وہ دو سو سال پہلے چل رہی تھیں جب وہاں سائنس نے ترقی نہیں کی تھی، تو سائنس بھی ترقی نہ کرتی اور دنیوی لحاظ سے اس مقام تک وہ نہ پہنچتے۔ تو نئی ایجادات اور ڈسکوریز (Discoveries) جو ہیں ان کے ساتھ نئی نسلوں کے قدم نئی راہوں اور تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں لیکن اس قسم کی تبدیلی جو ہے کہ جہت بدل جائے وہ دین میں نہیں۔

دین کی بنیاد مستحکم ہے۔ دین کا راستہ جسے ہم صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔ بڑا فراخ ہے

قرآن کریم کی ہدایت کے آنے کے بعد بڑا وسیع بھی ہے، روشن بھی ہے اور اپنے اندر وہ تمام صلاحیتیں رکھتا ہے کہ نئے تقاضوں کو نئی نسلیں اخلاقی اور روحانی طور پر پورا کر سکیں۔ اس مسئلے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں بسنے والے (میں اس وقت پاکستان کی بات نہیں کر رہا) بہت سے ایسے مسلمان بھی ہیں (پاکستان سے باہر) جو بعض دفعہ مجھے یہ کہتے ہیں کہ چودہ سو سال گزر گئے قرآن کریم کو نازل ہوئے، دنیا بدل گئی، دنیا کے حالات بدل گئے، دنیا کا معاشرہ بدل گیا۔ دنیا کی ضروریات بدل گئیں، دنیا کا علم کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ چودہ سو سال پرانی کتاب ہماری ضرورتوں کو آج پورا کر سکتی ہے؟ میرا جواب ہر ایسے شخص کو اور میری نصیحت ہر احمدی کو، بڑا ہو یا چھوٹا، یہ ہے کہ ہاں پورا کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے ایک کامل کتاب کی شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ اس کے اندر یہ تمام خوبیاں اور طاقتیں اور وسعتیں اور لچک پائی جاتی ہے کہ بنیادی حقائق کو بدلے بغیر، بنیادی حقائق پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے، نئے تقاضے جو ہیں زمانہ کے، انہیں پورا کیا جا سکتا ہے۔
ایک جرمن غیر مسلم محقق نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ’’بائیبل قرآن اور سائنس‘‘ (دورِ حاضر کی جو سائنس ہے) اور اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے قرآن کریم کے متعلق، جس کی میں بات کر رہا ہوں کہ میں (جرمن محقق۔ ناقل) نے قرآن کریم کے بہت سے احکام کا موازنہ کیا دورِ حاضر کی سائنس سے، تو ایک حکم بھی مجھے ایسا نہیں ملا جو اس کے خلاف ہو اور متضاد ہو۔

تو جو چیز ایک صاحبِ فراست غیر مسلم کو نظر آ جاتی ہے اگر وہ ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کی نظر سے اوجھل رہے تو بڑی بدقسمتی ہوگی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جو بڑی عمر کے ہیں ان کے متعلق قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق ذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذّٰريٰت:۵۶) یاددہانی کا، آپس میں باتیں کرنے کا، جو نئے مسائل ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں ان کا ذکر ہوتا رہے تا کہ ہمارے حافظے کی کمزوری ہمارے ایمان پر اثر انداز نہ ہو جائے۔ اور جو ہماری ابھرنے والی نسلیں ہیں وہ حقیقتیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا، ان کے سامنے آنی چاہئیں تا کہ آنے والی نسل، نئی ابھرنے والی نسل دنیا کے نئے مسائل کو حل کرنے کی ذمہ داری اٹھانے والی نسل ہو اور دین اسلام کی عظمتوں اور اس کی خوبیوں اور اس

کے حسن اور اس کے نور اور اس کی ہدایت کی جو مختلف شاخیں ہیں ان کا اس کو علم ہو۔

یہ جو چینج (Change) اور تبدیلی ہے نوجوان نسلوں میں، یہ ہمیشہ بہتری کی طرف حرکت نہیں کر رہی ہوتی بلکہ بسا اوقات تنزل کی طرف کر رہی ہوتی ہے۔ مثلاً اسلام نے توحید پر، خدا تعالیٰ کے واحد و یگانہ ہونے پر اور خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے لیکن اگر نئی نسلوں کو صحیح طور پر سنبھالا نہ جائے تو وہ توحید سے پرے ہٹ جاتی ہیں۔ توحید سے پرے ہٹنا تو اتنی بے وقوفی ہے کہ اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی حماقت نہیں ہو سکتی کیونکہ جتنا سوچا میں نے اور جتنا سوچا ساری دنیا کے سائنس دانوں نے، وہ اس نتیجہ پر پہنچے (اور جو نہیں پہنچے تھے وہ اب پہنچ رہے ہیں) کہ ''خدائے واحد و یگانہ اور اس کی عظمتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا''۔ ایک اندھیرے کا زمانہ آیا تھا درمیان میں لیکن اب آہستہ آہستہ روشنی پیدا ہو رہی ہے۔

اس لئے ضروری ہوا کہ ہم گاہے گاہے دوستوں کے سامنے جو بنیادی تعلیم ہے اسلام کی، اس کا ذکر کرتے رہیں اور یہی مضمون اس خطبہ کے لئے میں نے چنا ہے اور تین باتیں میں اس وقت بیان کروں گا۔

(۱) اللہ کے متعلق

(۲) قرآن عظیم کے متعلق

(۳) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

اللہ تعالیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ (میں ''ہمارا'' جب کہتا ہوں تو اس سے مراد ساری جماعت ہے کیونکہ جماعت اور جماعت کے امام میں کوئی فرق نہیں) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یگانہ ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۲) اس کی مثل اس کائنات میں نہ کوئی تھی، نہ ہے، نہ ہو سکتی ہے لیکن بعض لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس سے یہ امید رکھی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے اپنے اندر پیدا کرے گا اور خدا تعالیٰ کے اخلاق اس کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اس لحاظ سے وہ کچھ مشابہت رکھتا ہے لیکن مثل نہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ خدا تعالیٰ کی مثل نہ کبھی ہوئی، نہ ہے، نہ کبھی ہو گی۔

وہ صمد ہے، وہ غنی ہے اس معنی میں کہ اسے کسی غیر کی احتیاج نہیں۔ اس لئے کہ اس کی عظمتوں کی یہ شان ہے کہ جب وہ کچھ کرنا چاہتا ہے تو اس سے زیادہ اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں کہ (کُــنْ) حکم دے کہ ایسا ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے۔ جو اس قسم کی طاقت رکھنے والا ہمارا رب کریم ہے اسے کسی کی احتیاج کی ضرورت کیسے ہو سکتی ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر غیر کو اس کی احتیاج ہے اور جب میں ''ہر غیر کو اس کی احتیاج ہے'' کا فقرہ بولتا ہوں تو میں سچ مچ ایمان رکھتا ہوں کہ ہر غیر کو اس کی احتیاج ہے اور اس کے لئے ضروری تھا کہ ہر غیر کے ساتھ اس کا ذاتی تعلق ہو ورنہ ضرورت پوری نہ ہو اور احتیاج کا پتا ہی نہ لگے۔ پس ہر غیر کو اس کی احتیاج ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات میں اور اس وقت تک ہر غیر زندہ ہے جب تک اس کے ساتھ تعلق رہے۔

اور وہ قائم ہے اپنی ذات میں اور غیر کو حاجت ہے اس بات کی کہ اس کا تعلق خدائے واحد و یگانہ، حی و قیوم۔ قادر مطلق کے ساتھ قائم ہو۔

اس کی حکومت، اس کا امر اس کائنات میں چل رہا ہے کوئی پتّا اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا، قرآن کریم کا یہ بیان ہے درختوں کے متعلق۔ پت جھڑ کا ایک موسم آتا ہے۔ مختلف موسموں میں مختلف قسم کے درختوں کے پتے مختلف طریقے سے جھڑتے ہیں۔ بعض درخت ہیں کہ سارا سال پت جھڑ ہوتی رہتی ہے اور سارا سال نئے پتے نکلتے رہتے ہیں۔ بعض درخت ہیں کہ موسم خزاں میں پت جھڑ ہوتی ہے اور پھر ساری سردیاں کوئی پتّا نہیں نکلتا اور ایک مردہ کی حیثیت میں وہ سردیاں گزارتے ہیں اور پھر موسم بہار میں نئے پتے نکل آتے ہیں اور بعض ایسے درخت ہیں جو موسم بہار میں پت جھڑ کرتے ہیں، پتے جھڑتے ہیں اور اسی وقت نئے پتے نکل آتے ہیں۔ ہمارے کالج کی لاج میں جہاں میری رہائش تھی ایک ایسا درخت لگا ہوا تھا جو موسم بہار میں پت جھڑ کرتا تھا، ساتھ ہی نئے پتے نکلتے تھے اس میں۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ کہا کہ میرے حکم کے بغیر کوئی پتّا نہیں گرتا تو میں اس کا مشاہدہ کروں۔ میں نے ایک ٹہنی کو چنا۔ اس ٹہنی پر بہت سے سبز پتے تھے اور جہاں وہ چھوٹی ٹہنی بڑی ٹہنی کے ساتھ خلال کی طرح ملاپ کرتی ہے وہ بھی سبز، طاقت ور، صحت مند تھی۔ نیز بہت سے ایسے پتے بھی تھے کہ

پتّا زرد اور اس کے ملاپ والی ٹہنی بھی زرد۔ بس موت آئی کہ آئی، یہ کیفیت تھی اس کی۔ شام کو میں نے یہ دیکھا۔ صبح میں نے دیکھا کہ سبز پتّا نیچے گرا ہوا تھا اور زرد پتّا اپنی جگہ پہ کھڑا تھا۔ اس سے ہمیں پتا لگا کہ یہ عام قانونِ قدرت نہیں ہے کہ جو زرد ہو وہ مرجائے اور زمین پر گر پڑے بلکہ حکم نازل ہوتا ہے ہر پتّا پر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وضاحت سے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے تب پتّا گرتا ہے۔

خدا تعالیٰ واحد ہے اور سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ ایک احمدی کی زندگی میں کسی قسم کا بھی کوئی شک نہیں ہے، نہ ہونا چاہیئے۔ نوجوان نسل اچھی طرح یاد رکھے۔ ہم مشرک نہیں، اس معنی میں بھی مشرک نہیں کہ ہم بتوں کی پرستش نہیں کرتے۔ وہ بت جو انسان نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اس کی پرستش کرنی شروع کر دی۔ قرآن کریم نے انہیں ان الفاظ میں توجہ دلائی کہ اپنے ہاتھ سے (بت) بناتے ہو اور پھر ان کی پرستش کرنی شروع کر دیتے ہو۔ کچھ عقل بھی ہے تمہارے اندر؟ یہ بالکل ناعقلی کی بات ہے نا۔ ایسے بت بھی ہیں یعنی انسان، جنہیں خدا تعالیٰ نے ان کی پاک بازی کی وجہ سے عظمت دی تھی پھر ان کے مریدوں نے ان کی قبر کی پرستش شروع کر دی۔ بڑا ظلم ہے ایک بزرگ کی قبر پر جا کر سجدہ کرنا یا نماز اس کی طرف منہ کر کے پڑھ لینا۔ بہر حال میں اپنا ذکر رہا ہوں، جماعت احمدیہ قبر پرستی نہیں کرتی۔ یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے، یہ ہمارا عمل نہیں ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے سامنے جھکتا ہے وہ اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے۔

اور ہم مشرک نہیں اس معنی میں بھی کہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے رفعت اور بزرگی اور پاک بازی حقیقتاً حاصل کرتے ہیں، ہم ان کی بھی پرستش نہیں کرتے۔ ان کی عزت کرتے ہیں، ان کا احترام کرتے ہیں، دعائیں ان کے لئے کرتے ہیں اور اگر خدا تعالیٰ ان کے ذریعے سے کسی کو ہدایت دینا چاہے تو ہم دعا کرتے ہیں کہ جو برکت انہوں نے خدا سے لی ہے اسے وہ زیادہ حاصل کریں لیکن ہم اس کی پرستش نہیں کرتے۔ پرستش ہم اس عظیم انسان کی بھی نہیں کرتے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جسے خدا نے ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کے بھیجا تھا اور ہمیں اس کی پرستش سے روکنے کے لئے کہا تھا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے

میرے عبد ہیں اور پھر میرے حکم سے میرے رسول ہیں اور کہا تھا کہ دنیا میں یہ پکار کے کہہ دو: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف:۱۱۱) بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔

شرک ہم دولت کا بھی نہیں کرتے دولت مندوں کے آگے لوگ جھک جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھتے ہوں گے آپ۔ مگر سر جھکانے کے لئے تو ایک ہی در ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا در ہے۔

شرک ہم طاقت واقتدار کا بھی نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (ال عمران:۲۷) خدا تعالیٰ کے فعل ہیں جس کو چاہے دے دے لیکن ہمارا معبود نہیں بن جاتا وہ (اقتدار) کہ ہم اس کے سامنے جھکیں اور اس کی عبادت کرنی شروع کر دیں۔

چونکہ اس قسم کی کمزوریاں انسانوں میں پیدا ہوسکتی تھیں اس لئے فرمایا فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ (البقرۃ:۱۵۱) ایسے لوگوں کا کوئی خوف تمہارے دلوں میں پیدا نہ ہو۔ صرف میری ذات ہے جس کی خشیت تمہارے دل میں پیدا ہونی چاہیئے اس معنی میں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی فعل کے نتیجہ میں ہمارا رب ہم سے ناراض ہو جائے اور ہماری ہلاکت کے سامان پیدا ہوں۔

شرک ہم اپنی ذات کا بھی نہیں کرتے۔ شرک ہم اپنی طرف سے جو قربانیاں اپنے رب کے حضور پیش کر رہے ہیں ان کا بھی نہیں کرتے کہ ہم نے بہت کچھ دے دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے سب کچھ کر کے سمجھو کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کو نہ ہمارے رکوع وسجود کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ کو نہ ہماری اوقات کی قربانی، نہ جان کی قربانی کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ کو نہ ہمارے مال کی ضرورت ہے۔ جنہوں نے اس کو نہیں سمجھا انہوں نے کہہ دیا۔ اللہ فقیر ہے ہم غنی۔ بیوقوف انسان! جو مالک کل ہے وہ فقیر کیسے بن گیا؟ اور جس کے پاس چھوٹی سی اسی کی پیدا کردہ دولت آ گئی وہ غنی کیسے بن گیا؟ میں مثال دے کے آپ کو سمجھاؤں۔ جس کے پاس دولت ہے ایک فائدہ اس کو یہ ہے کہ خوب اچھا کھانا کھائے۔ ہے نا فائدہ؟ لیکن میں نے دولت مند دیکھے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو پیسہ دیا اور معدے بیمار

کر دیئے۔ وہ مجبور ہو گئے غریب تر انسان کا کھانا کھانے پر۔ کسی کام نہیں آئی دولت۔ ایسے بیمار دیکھے ہیں کہ دنیا کا بہترین لباس پہن سکتے ہیں لیکن اس قسم کی اریٹیشن (Irritation) خراش ان کے خون کے اندر پیدا کی کہ وہ ململ کا بوجھ بھی نہیں برداشت کر سکتے۔ تو دولتمند ہونا کس کام آیا؟ خدا تعالیٰ جو خالقِ کل، مالک کل ہے اس کو تو ضرورت نہیں ہے آپ کی دولت کی۔

اپنے نفس کی پوجا بھی نہیں کرنی قرآن کریم نے کہا ہے کہ بعض لوگ اھواء نفس کی پرستش کرتے ہیں (قرآن کریم کی باتیں میں کر رہا ہوں اس وقت)۔ شرک کے متعلق یہ بتایا ہے (اَهْوَائَهُمْ) نفسانی خواہشات کی پوجا کرنے لگ جاتے ہیں بہت سارے لوگ۔ حالانکہ پرستش تو صرف خدا تعالیٰ کی ذات کی ہونی چاہیئے اور اچھے خاندان کا ہے کوئی، اچھے ماحول میں پرورش پائی ہے۔ اچھا ذہن خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ ذہن خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ آپ نے فراست اور ذہانت جو ہے اس کی بھی پرستش نہیں کرنی۔ جو ذہن دیتا ہے، وہ ذہن لے بھی لیا کرتا ہے۔ ایک طالب علم ہمارے ساتھ کالج میں داخل ہوا۔ بہت ہی چوٹی کے لڑکوں میں سے تھا اور خیال تھا کہ وہ آئی۔ سی۔ ایس (I.C.S) میں چلا جائے گا۔ وہ اسی کی تیاری کر رہا تھا اپنی سمجھ کے مطابق۔ جب ہم گورنمنٹ کالج میں جاتے تو ہمارا انتظار کر رہا ہوتا گالیاں دینے کے لئے جماعتِ احمدیہ کو۔ بڑا متعصب تھا۔ ہمیں تو کہا گیا ہے گالیاں سن کر دعا دو۔ ہم اسے دعا دے دیتے تھے۔ وہ ہمیں گالیاں دے دیتا لیکن خدا تعالیٰ سے نہ کوئی چیز چھپی ہے، نہ کوئی اس کی طاقت سے باہر ہے جس نے آئی۔ سی۔ ایس (I.C.S) کا امتحان دینا تھا وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان کے وقت پاگل خانے میں تھا۔ جو ہستی ذہن دے سکتی ہے وہ ذہن واپس بھی لے سکتی ہے۔ کس بات پر فخر کرے انسان۔ کیوں اپنے ذہن کی پرستش شروع کر دی۔ اپنے نفس کی پرستش بھی نہیں کرنی۔ یہ جو ”فنا“ ہے نا اس سے وحدانیت پر ایمان کا منبع پھوٹتا ہے۔ فنا کے مقام کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہر چیز کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ پھر یہ دیکھو کہ جتنا جتنا وہ پسند کرتا چلا جائے گا، اتنا اتنا پیار کرتا چلا جائے گا۔

اور باقی دو باتیں جو رہ گئیں یعنی قرآن عظیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یہ پھر اگلے جمعہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک اور بات جب ''Deliverance of the Christ From the Cross'' کانفرنس ہوئی اس میں جو میں نے پیپر (Paper) پڑھا اس کا پہلا فقرہ یہ تھا:۔

The Unity and Oneness of God is the Basic Truth of This Universe.

یہیں سے ساری یونیورس (Universe) عالمین کا وجود ابھرا۔ پس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا تعلق کسی ایک خطہ ارض یا کسی ایک Planet یا کسی ایک گیلیکسی (Galaxy) یا بہت سی گیلیکسیز (Galaxies) کا جو مجموعہ ہے اس کے ساتھ نہیں بلکہ ساری کائنات جو ہے ہر آن جس میں وسعت پیدا ہو رہی ہے، (قرآن کریم میں آیا کہ وہ مُوْسِع ہے، وسعت پیدا کرتا ہے اور یہ حقیقت سائنس نے آج مانی ہے) پس جو ہر آن وسیع سے وسیع تر ہونے والی کائنات ہے، یونیورس (Universe) ہے۔ عالمین ہے، اس کی بنیاد ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کسی ایک چھوٹے سے حصے میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو قید یا محدود نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ساری گیلیکسیز (Galaxies) کسی غیر معین، نامعلوم جہت کی طرف حرکت کر رہی ہیں اور ان کی حرکت Parallel نہیں۔ یہ نہیں کہ آپس کا فاصلہ ہمیشہ قائم رہے بلکہ اس حرکت کے نتیجے میں گیلیکسیز (Galaxies) کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے اور جب دو گیلیکسیز کے درمیان فاصلہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ جائے کہ ایک اور گیلیکسی بے شمار سورج اپنے اندر سمیٹے وہاں سما سکے تو خدا تعالیٰ کُــنْ کہتا ہے اور وہ وہاں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہے ہمارا رب۔ تو ساری کائنات جو ہے (اور کائنات میں وسعت پیدا ہو رہی ہے، اور یہ تو میں نے وسعت آپ کو بتائی ہے جو مکان کے لحاظ سے پیدا ہوئی) اس کائنات کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا تعلق ہے۔ ایک اور وسعت ہے جو ہر فرد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ایک عاجز انسان نہ مکانی وسعتوں کی، نہ اندرونی وسعتوں کی حدوں کو چھو سکتا ہے لیکن دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اپنے رب کی صفات کو بعض دائروں کے اندر محدود کرنے کی اہلیت اور طاقت رکھتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۱۵۷) نہیں رکھتے ہم یہ طاقت۔ اور ایسے شرک سے احمدیوں کو بچنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے اور الْعٰلَمِیْنَ ہر دو پہلوؤں سے وسعت پذیر ہے اور اس عالمین کا بحیثیت مجموعی اور بحیثیت

افراد کے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رہنا ضروری ہے۔

جس چیز پہ میں زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو دینِ اسلام کے حقائق اور صداقتیں ہیں انہیں اپنے ذہن میں حاضر رکھنا اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لئے ضروری ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو ہم یا ہماری آنے والی نسلیں قرآن کریم کی ہدایت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ سے پرے ہٹ کے نہیں حاصل کرسکتیں۔ خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہے ہم نے، ہماری ہر نسل نے، اس کے لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہر بچے کے کان میں ڈالیں کہ اللہ کسے کہتے ہیں۔ میں نے بعض گھروں میں دیکھا ہے۔ بڑے پیار کے ساتھ، بڑے پیارے طریقے سے چار پانچ سال کے بچے کے کان میں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ڈال رہے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ہی اللہ تعالیٰ انہیں سکھا دے گا۔ ان کا جواب تو خدا تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا۔ تو جو ذمہ داری اس نے انسان پہ ڈالی، انسان کو پوری کرنی ہے۔ اس لئے ذمہ داری کو نباہیں۔ ادھر ادھر مت دیکھیں اس وقت غلبۂ اسلام کا زمانہ آ گیا۔ دشمنی سے نہ گھبرائیں۔ ان کا دل جیتنے کے لئے، ان کے لئے دعائیں کرنے کا زمانہ آ گیا۔ ان پر شفقت کرنے کا زمانہ آ گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۳ تا ۶)

۞۞۞